Part-1

26-03-2016

سراسر فریب

مفتی منیب الرحمٰن

سیاست اپنی اصل کے اعتبار سے اُمت، ملّت یا کسی ملک وقوم کے اجتماعی امور کی تدبیر اور تنظیم کا نام ہے، جس میں اُن کی فلاح کی ضمانت ہو، اُن کے مفادات کا تحفظ ہو اور اُنہیں ممکنہ مُضرّات سے محفوظ رکھا جا سکے۔ اس معنی میں سیاست انبیائے کرام ورُسلِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شِعار، سنت اور فریضہ رہا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: ''حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: بنی اسرائیل کی سیاست (یعنی نظمِ اجتماعی کا اہتمام) انبیائے کرام فرماتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہو جاتا، تو اُس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا، اب یہ قطعی امر ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، سو میرے بعد بکثرت خلفا ہوں گے، صحابہ نے عرض کی: (یارسول اللہ!) اس (عہد کے) بارے میں آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی اپنی باری پر اُن کی بیعت کرنا اور انہیں اُن کا حق دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کی رعایا کی بابت جواب طلبی فرمائے گا، (صحیح مسلم: 1842)''۔

اُمَراء وخُلفاء کو اُن کا حق دینے کی تشریح حدیث پاک میں اِن کلمات میں بیان فرمائی گئی ہے: ''یعنی اُن کے جائز احکام کو سنو اور اُن کی اطاعت کرو، رعیّت اور حاکم دونوں اپنی اپنی جگہ جواب دِہ ہوں گے، (صحیح مسلم: 1483)''۔ رسول اللہ ﷺ نے حاکم کی اطاعت کی حدود کو بھی اِن کلمات میں بیان فرمایا: ''(کسی بھی صاحبِ اختیار کی) معصیت میں اطاعت نہیں کی جائے گی، اطاعت صرف جائز اور مباح امور میں لازم ہوگی، (بخاری: 7257)''۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اُس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے جائز امور میں حاکم کی اطاعت کی، سو اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے جائز امور میں حاکم کی نافرمانی کی، سو اُس نے میری نافرمانی کی، حاکم رعایا کے مفادات کا محافظ اور اُن کی سلامتی کا دفاع کرنے والا ہے، (بخاری: 2957)''۔ حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام بادشاہ گزرے ہیں، اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم نے ہر ایک کو فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم عطا فرمایا تھا، (الانبیاء: 79)''۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے لیے مطلوبہ اہلیت وقابلیت کا ہونا ضروری ہے۔

عہدِ فاروقی میں ایک غیر ملکی سفیر مدینۂ منورہ میں آیا اور لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے امیر کا محل کہاں ہے؟۔ لوگوں نے جواب دیا: ہمارے امیر کا محل نہیں ہوتا، وہ آپ کو مسجدِ نبوی میں مل جائے گا۔ وہ اجنبی مسجدِ نبوی میں گیا تو دیکھا کہ امیر المومنین عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگے فرش پر اپنے بازو کو تکیہ بنائے ہوئے آرام کر رہے ہیں۔ وہ اجنبی حیران ہو گیا اور سوال کیا: کیا تمہارے امیر کے محافظ اور پہرے دار نہیں ہوتے؟، لوگوں نے جواب دیا: نہیں، اس نے پوچھا: کیوں نہیں؟، لوگوں نے جواب دیا: ''(ہمارے امیر کو لوگوں سے کوئی خطرہ نہیں، کیونکہ) ہمارا امیر نہ دھوکا دیتا ہے اور نہ دھوکا کھاتا ہے''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثتِ نبوت کا امین وہی امیر وحاکم ہے کہ جو نہ کسی کو فریب دے اور نہ ہی کسی سے فریب کھائے، جبکہ ہمارا نظام سراسر فریب

پرمبنی ہے۔

اب آیئے !اس آئینے میں اپنا جائزہ لیں کہ آیا ہمارے اہلِ اقتدار اس شعارِ نبوت اور معیارِ امارت وخلافت پر پورا اترتے ہیں۔ سابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کی بیرونِ ملک روانگی پر ہماری حکومت اور حزبِ اختلاف نے جو ناٹک رچایا، کیا یہ سراسر خود فریبی اور فریب دہی نہیں ہے؟۔ وزیرِ داخلہ نے سپریم کورٹ کی آڑ لی اور کہا کہ عدالت نے اُن کا نام ممنوع الخروج فہرست (Exit Control List) سے نکال دیا ہے اور انہیں بیرونِ ملک سفر کی اجازت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ حالانکہ عدالت نے صاف صاف کہا تھا کہ آپ ہمارے کندھے پر بندوق رکھ کر کیوں چلانا چاہتے ہیں، کسی کو بیرونِ ملک سفر کی اجازت دینا یا نہ دینا حکومت کا صوابدیدی اختیار ہے۔ دوسری طرف اپوزیشن نے بھی تماشا لگایا، صوبۂ سندھ کے مرنجامرنج وزیرِ اطلاعات مولا بخش چانڈیو نے کہا: ہمیں جنرل پرویز مشرف کے بیرونِ ملک جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ہمیں حکومت کے منافقانہ رویّے پر اعتراض ہے۔ حضورِ والا! جب آپ کو اُن کے بیرونِ ملک جانے پر اعتراض نہیں ہے اور وہ چلے بھی گئے ہیں تو اب پسِ مرگ واویلا مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح قومی اسمبلی میں قائدِ حزبِ اختلاف سید خورشید احمد شاہ نے کہا: یہ ٹھیک ہے کہ جنرل پرویز مشرف ہمارے دور میں بھی بیرونِ ملک آتے جاتے رہے، لیکن ہم کمزور تھے، مگر آپ تو شیر ہیں، آپ نے کیوں جانے دیا؟۔ ویسے اپنی کمزوری کا اعتراف اچھی بات ہے، مگر دوسرے کے کمزور ہو جانے پر اعتراض کا کیا جواز بنتا ہے۔ آخر ایک وقت آتا ہے کہ شیر بھی کمزور ہو جاتا ہے، اُس کے دانت ہلنے لگتے ہیں اور وہ شکار کو قابو میں رکھنے کے قابل نہیں رہتا، ہوسکتا ہے کہ آپ کا مخاطَب شیر بھی ضُعف کے اِس درجے میں پہنچ گیا ہو، سو آپ کو یہ کہنا چاہیے تھا:

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں تو ہائے گل پکار، میں چلاؤں ہائے دل

اور علامہ اقبال کے الفاظ میں:

آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے، سینہ چاک بزمِ گل کی ہم نفَس، بادِ صبا ہو جائے گی

اس حوالے سے پورا سچ صرف پختونخوا ملی عوامی پارٹی کے سربراہ محمود خان اچکزئی نے بولا ہے کہ آئین شکن جنرل (ر) پرویز مشرف کا باعزت طور پر بیرونِ ملک جانا ہم سب کی ناکامی ہے اور ہم سب کے لیے ذلت کا سبب ہے یا آسان لفظوں میں پارلیمنٹ دستور کے تحفظ کی اہل نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس حوالے سے یکسو اور یک زبان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل معاملہ طاقتور مقتدِرہ (Establishment) ہی طے کرتی ہے، ہاں وہ حکومتِ وقت کو صرف اس قدر بھرم رکھنے (Face Saving) کا موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اندرونِ خانہ طے شدہ فیصلوں کو نافذ کرے۔ جیسا کہ ایک انگریزی کہاوت کے مطابق ایک طرّم خان شوہر نہایت افتخار کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے: ''I am the Master of this House, and I have my Wife's permission to say so، یعنی میں اس گھر کا مالک ہوں اور مجھے یہ دعویٰ کرنے کی اجازت میری بیوی نے خود عطا کی ہے''۔ سو بلاشبہ ہماری پارلیمنٹ ہمہ مقتدِر (Sovereign) ہے کیونکہ ہماری اصل مقتدِرہ نے اسے یہ دعویٰ کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، پوری قوم کو مقتدِرہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اُس نے اُن کی منتخب پارلیمنٹ کو اپنی ناک اونچی رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس تناظر میں یہ سمجھنا دشوار نہیں ہونا چاہیے کہ ہماری مقتدر پارلیمنٹ نے اکیسویں ترمیم کی صورت میں

نیشنل ایکشن پلان کسی طویل بحث اوراُس مضمرات واثرات کا جائزہ لیے بغیر کیسے منظور کرلیا تھا؟۔

ہمارے قابلِ افتخار سیاست دانوں اور رہنماؤں کی مثال اُس چھلنی کی سی ہے، جو لوٹے کو طعنہ دیتی ہے کہ تجھ میں دو سوراخ ہیں۔یعنی اُن میں سے ہر ایک کو اپنے دامن پر داغ دھبّے بالکل نظر نہیں آتے، جب کہ دوسرے کا دامن داغ داغ نظر آتا ہے، اِسی کو اُردو محاورے میں کہتے ہیں: ''اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کا بال بھی نظر آجاتا ہے''۔ اردو ہی کا محاورہ ہے کہ:''جب تم دوسرے کی طرف ہاتھ کی ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہو، تو اُس وقت چار انگلیوں کا رُخ تمہاری اپنی طرف ہوتا ہے''، بہادر شاہ ظفر نے کہا تھا:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر، رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر، تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

سو اندر سے ہم سب کا حال ایک ہی جیسا ہے، اپنی کمزوریوں کا ادراک اور اُن پر قابو پانا تو مشکل ہوتا ہے، لیکن دوسروں کے عیوب کی نشاندہی اور اُن کا تمسخر اڑانا نسبتاً آسان بلکہ بے عمل اور عزم سے عاری لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے ، چنانچہ ہم نے اِسے اپنا قومی شِعار بنالیا ہے۔ کسی ملک کی پارلیمنٹ اُس کی اجتماعی دانش کا مظہر ہوتی ہے۔ سو:''بات سچ ہے، مگر بات ہے رسوائی کی'' کے مصداق ہماری اجتماعی دانش کا عکس کچھ زیادہ پر کشش نہیں ہے، بلکہ اگر سچ بولنے اور سننے کا حوصلہ ہو تو یہ عکس شرمندگی کا باعث ہے۔ یہی حال ہمارے الیکٹرانک میڈیا کا ہے۔ نان ایشو یعنی غیر اہم بات کو کمالِ فن کاری سے انتہائی اہم بنا کر محفل کو بارونق بنانا اُن کی ضرورت بلکہ مجبوری ہے، خواہ اس سے قوم کا کوئی مفاد وابستہ ہو یا نہ ہو، یا قوم کو اس سے کوئی آگہی ملے یا نہ ملے، انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ہمارا نظامِ حکومت ہو یا ہمارا میڈیا، سارا نظم عارضی بنیادوں پر اور غیر سنجیدہ انداز میں چل رہا ہے، جیسے کسی مریض کو رشتۂ جاں اور نظامِ تنفُّس برقرار رکھنے کے لیے آکسیجن ٹینٹ میں رکھا جاتا ہے۔

پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس انتہائی اہم قومی مسائل پر سنجیدہ غور و فکر اور قومی اتفاقِ رائے پیدا کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے ۔لیکن ہمیں حالیہ اجلاس میں کوئی سنجیدگی دور دور تک نظر نہیں آئی۔ دراصل بنیادی مسئلہ وہی ہے جس کی ماضی میں ہم نشاندہی کرتے رہے ہیں کہ ہماری پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے اور کوئی بھی بل ملک کا قانون یا ایکٹ صرف اُس صورت میں بن سکتا ہے، جب اُس کی منظوری دونوں ایوانوں سے حاصل کی جائے۔لیکن وزیرِ اعظم کو ایوانِ بالا یعنی سینیٹ میں اکثریت حاصل نہیں ہے، کیونکہ مولانا فضل الرحمٰن بیک وقت وزیرِ اعظم نواز شریف اور سینیٹ میں جنابِ آصف علی زرداری کے حلیف ہیں۔انہوں نے اپنے حصۂ رَسَدی کے طور پر وزیرِ اعظم سے وفاق میں دو وزارتیں اور کچھ اور عہدے حاصل کر رکھے ہیں اور آصف علی زرداری سے سینیٹ کے ڈپٹی چیئرمین کا عہدہ لے رکھا ہے۔سو وزیرِ اعظم اپنی جماعتی نمائندگی کے بل پر قومی اسمبلی سے صرف بجٹ منظور کراسکتے ہیں، کیونکہ بجٹ کی منظوری میں سینیٹ کا کوئی دخل نہیں ہے، جب کہ عام قوانین کے لیے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظوری ضروری ہے، الہٰذا وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے تعاون کے بغیر بجٹ کے علاوہ کوئی سادہ قانون بھی پاس نہیں کراسکتے۔سو یہ ہمارے نظام کی تحدید، مجبوری اور حقیقت ہے۔

(روزنامہ دنیا، 26، مارچ 2016ء)